47032 ـ وصیت اور وراثت كا ايك مسئلہ

سوال

میری ايك بيوى اور دو بیٹے اور والدہ، اور بہن اور نانی ہے، ہماری پرورش ہمارے دادا جان نے كی جو كہ اب فوت ہو چكے ہیں، جب سے ہم اپنے والد سے علیحدہ ہوئے ہیں تقريبا تئیس برس سے ہماری پرورش دادا جان ہی كر رہے ہیں، اس عرصہ میں ہمارے والد نے ہم سے كوئی رابطہ نہیں ركھا، اور نہ ہی علیحدگی سے لیكر اب تك ہمارے والد نے ہمارا خرچ ہی برداشت كیا ہے.
میں ايك گھر كا مالك ہوں، اس كا كچھ حصہ میری والدہ نے مجھے ہدیہ دیا تھا، اور گھر كا كچھ حصہ میں نے اپنی رقم سے بنایا ہے، اب یہ گھر میرے نام ہے، اور اسی فیصد (80 %) میرا سرمایہ ہے، اور میرا باقی سرمایہ بہت ہی كم ہے جو كہ نقدی اور حصص كی صورت میں ہے، شریعت اسلامیہ كی حدود میں رہتے ہوئے میں اپنی آخری وصیت كس طرح لكھ سكتا ہوں ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

كسی بھی شخص پر اپنی زندگی میں تركہ تقسیم كرنے كی وصیت لكھنی واجب نہیں؛ كیونكہ وراثت كی شروط میں جس كا وارث بنا جائے اس كی موت كا ثابت ہونا ہے، اس لیے جب اس كی موت واقع ہو جائے تو پھر اس كا تركہ شرعی تقسیم كے مطابق اس كے زندہ ورثاء كے درمیان تقسیم كیا جائیگا.

اس لیے كہ ہر وارث كا حصہ شریعت میں مقرر اور فرض كیا گیا ہے كیونكہ اللہ سبحانہ وتعالی كا فرمان ہے:

والدین اور رشتہ داروں نے جو كچھ تركہ چھوڑا ہے اس میں سے مردوں كا حصہ ہے، اور عورتوں كا بھی حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے چاہے وہ مال كم ہو یا زیادہ یہ حصے مقرر كردہ ہیں النساء (7).

اور افضل یہ ہے كہ تركہ كی جلد تقسیم نہ كی جائے، لیكن اگر وہ شخص جس كا وارث بنا جا رہا ہے اسے خدشہ ہو كہ اس كی موت كے بعد ورثاء میں جھگڑا و فساد بپا ہو جائیگا، یا پھر تركہ كی تقسیم میں شرعی اصول و ضوابط كو مد نظر نہیں ركھا جائیگا، بلكہ اپنے ملك كے وضعی قانون كے مطابق تقسیم كرینگے نہ كہ شرعی تقسیم تو پھر اس صورت

میں اس پہلے سے لکھ کر رکھنا ممکن ہے.

دوم:

اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ کی ممتلکات کی تقسیم صرف سوال میں مذکور اشخاص پر منحصر ہو، اور وہ دو بیٹے، ایك بیوی، ماں، اور نانی اور ایك بہن، اور باپ ہیں (آپ نے بیان کیا ہے کہ آپ کا والد زندہ ہے، چاہے وہ آپ سے علیحدہ ہوچکا ہے، اور اس نے آپ کے واجب کردہ حقوق یعنی خرچ وغیرہ بھی ادا نہیں کیا، لیکن وہ آپ کا وارث ہے، اور آپ اس کی وراثت ك حقدار ہونگے) تو اس صورت میں ترکہ کی تقسیم کچھ اس طرح ہوگی:

بیوی کو آٹھواں حصہ ملےگا، اور باپ اور ماں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملےگا، اور باقی مانندہ ترکہ دونوں بیٹے برابر برابر لینگے.

اور آپ کے لیے جائز نہیں کہ ان میں سے کسی ایک کے لیے بھی اس کے فرض کردہ حصہ سے زائد وصیت کریں، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" یقینا اللہ تعالی نے ہر حقدار کو اس کا حق ادا کر دیا ہے، تو وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں "

سنن ترمذی حدیث نمبر (2046) علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے اسے صحیح قرار دیا ہے.

اور اس مسئلہ میں بیٹوں اور باپ کی وجہ سے بہن محروم ہو جائیگی لہذا وہ ان کی موجودگی میں وارث نہیں بن سکتی، اور نانی بھی ماں کی موجودگی میں وارث نہیں بنےگی.

اور آپ کے لیے جائز ہے کہ بہن اور نانی کے لیے وصیت کرنا جائز ہے لیکن یہ وصیت ایك تہائی حصہ سے زائد نہ ہو.

سوم:

آپ نے سوال میں بیان کیا ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کو گھر کا ایك حصہ بطور ہدیہ دیا ہے، لیکن آپ نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس نے آپ کی بہن کو اس میں سے کچھ دیا ہے یا نہیں ؟

اگر تو آپ کی والدہ نے آپ کی بہن کو کچھ نہیں دیا تو پھر اس نے عطیہ اور ہبہ کرنے میں اپنی اولاد کے مابین عدل و انصاف سے کام نہیں لیا اور کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی اولاد میں کسی کو تو کچھ ہبہ کردے اور کسی کو نہ دے، یا پھر ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہوئے زیادہ چیز ہبہ کرے، بلکہ اس کے لیے عدل و انصاف کرنا واجب ہے.

اس کی دلیل نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

" جب ان کے والد نے انہیں ایک باغ ہدیہ میں دیا تو وہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکر آئے تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" کیا تو نے اپنی ساری اولاد کو اسی طرح ہدیہ دیا ہے ؟

تو انہوں نے جواب دیا: نہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو اور اس سے ڈرتے ہوئے اپنی اولاد کے مابین عدل و انصاف کرو "

صحیح بخاری حدیث نمبر (2398).

اور اولاد میں عدل و انصاف اس طرح ہوگا کہ بیٹے کو دو بیٹیوں جتنا دیا جائے، اس لیے کہ اللہ تعالی نے وراثت میں اسی طرح تقسیم کی ہے، اور اللہ تعالی کی تقسیم سے زیادہ عدل و انصاف کوئی اور نہیں کر سکتا.

اس بنا پر یا تو آپ اپنی بہن کو والدہ کی جانب سے دیے گئے حصہ کا ایک تہائی دیں، یا پھر اپنی والدہ کا عطیہ واپس کر دیں، لیکن اگر آپ کی بہن ہنسی خوشی اور رضامندی سے اپنا حق معاف کر دے تو پھر کوئی حرج نہیں.

واللہ اعلم .